اشارات

احیائے اسلام کی تحریکیں دُنیا بھر میں مسلمانوں کی ذہنی، تنظیمی، اخلاقی اور سیاسی اٹھان کا مؤثر ذریعہ بن گئی ہیں۔ اب ملتِ محمدیہ کے افراد سیاسی اقلیت اور معاشی محرومی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اگر کہیں بہیمیت کے ہاتھوں سفاکی کی تلوار سے ذبح بھی ہو رہے ہوں اور انسانی درندگی اُن کی بوٹیاں بھی نوچ رہی ہو تو كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا (خدا کا کلمہ یا دین یا قانون سربلند ہونے کے لیے ہے) کی پکار کو وہ چھوڑنے پر تیار نہیں۔ کچھ نیک لوگ ان کو کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ کر سمجھاتے بھی ہیں کہ بھائیو اس طرح کا مجنونانہ ضدی پن چھوڑو، ظالموں کی باتیں مان لو، ان سے پیار کرو، تب کہیں تبلیغ کے دروازے کھلیں گے اور پھر تم اپنے مخالفوں کی اکثریتوں کو اندر سے فتح کر لو گے۔ مگر یہ نشہ کسی ترشی سے اُترتا نہیں۔

دراصل مسجدوں اور خانقاہوں اور مصحف و تسبیح کی حدود تک رہنے والے اسلام سے کبھی تعرض نہیں کیا گیا۔ ہاں اگر کچھ بزرگانِ دین یا کچھ تنظیموں نے اسلام کو اس حالتِ مسکینی سے نکال کر نظریۂ الحاد اور دیگر مشرکانہ نظریوں کے خلاف سچی توحید کا علم بلند کیا اور سیاست اور قیادت اور حقوق کے متعلق باتیں کیں، یا اپنی عبادت گاہوں، اپنے پرسنل لا اور اپنے ایمانی و تہذیبی تشخص پر ہونے والے حملوں کے جواب میں مہاتما بدھ کے بھکشو بن کر رہنے پر اکتفا نہ کیا، یا ایک گال پر تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا پیش نہ کر دیا تو پھر ایسے اسلام کے علمبردار ہر جگہ غدار اور شر پسند قرار پائے ــــ غیر مسلم اکثریت کے سامنے بھی اور مسلم اکثریت کے سامنے بھی۔ مگر وہ تحریکی برقی رَو کبھی رُک نہ سکی۔ ایک شخص سے دوسرے شخص، اور ایک نسل سے دوسری

نسل کو منتقل ہوتی چلی آئی - اور مشیت کا یہ نظامِ امتحان ہمیشہ برقرار رہے گا کہ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ترجمہ: اور اللہ (بصورتِ واقعہ) دیکھنا چاہتا ہے کہ کون پردۂ غیب کے ہوتے ہوئے اس کی اور اس کے رسولوں کی حمایت پر کمربستہ ہوتا ہے (الحدید - ۲۵)

اب اس دور میں جا بجا مسلمانوں کے اندر جو ایمانی شعور پیدا ہوا ہے اس کی وجہ سے تحریکاتِ اسلامی کا تموج دیکھنے میں آتا ہے - یہاں تک کہ جذبۂ ایمانی رکھنے والے ایک ایک فردِ مسلم کے سینے میں نئی صبح کا ایک سورج اُبھر رہا ہے -

عروج کی طرف بڑھتے ہوئے یہ ایک ایسا مرحلہ ہے کہ ہر طرف سے مخالف و معاند قوتیں چوکنا اور متحرک ہوگئی ہیں اور جو تدبیریں انہوں نے مسلمانوں کے خطرناک جذبۂ ایمان و جہاد کو کچلنے کے لیے امپریلزم کے دور میں شروع کی تھیں، اب یہ انتہائی شکل اختیار کرگئی ہیں - یہ تکلیف دہ صورت ضرور ہے، مگر مایوس کن نہیں - کیونکہ یہی وہ شدید مزاحمتی مرحلہ ہے کہ اگر مسلمان لٹ لٹا کر تھوڑی تعداد میں بھی اسے پار کرگئے تو دنیا میں نظامِ اسلامی کا محمدی علم لہرائے گا ——— اور ضرور لہرائے گا —— کسی دوسری چیز کا چلن مشکل ہو جائے گا -

---

یہ حروبِ صلیبیہ کا ایک عجیب نیا دور ہے جس میں ان جنگوں کی شکست خوردہ روحِ بد ایک ایسی دومونہی ناگن میں بدل گئی ہے جس کے ایک سرے پر الحاد کا ڈنک ہے اور دوسرے پر مذہبی تعصب کا انتقامی زہر -

ماضی کی حروبِ صلیبیہ شمشیر و تیر کے زور سے لڑی گئی تھیں، مگر نئی حروبِ صلیبیہ (جن میں الحاد اور عیسائیت اور دوسرے مسخ شدہ محدود مذہب شامل ہیں) تنر دیر سے لڑی جا رہی ہیں - پرانی حروبِ صلیبیہ میں ہمارے مذہبی مخالفین ہی بپھر کر ہمارے سامنے اُٹھے تھے، مگر نئی حروبِ صلیبیہ میں بیشتر مورچوں پر مسلمانانِ کرام ہی تحریکاتِ اسلامی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں، البتہ ان کو روپیہ، وسائل، اسلحہ اور پروپیگنڈا کی مدد دینے والی مخالفِ اسلام قوتیں محاذ سے

بہت پیچھے بیٹھی دُور بینوں اور سیاروں کی مدد سے محاذ کا سارا کھیل دیکھ رہی ہیں — اور ہمارے اہلِ قوت، اہلِ دولت اور اہلِ دانش کے باطل نواز مخلصانہ کارناموں کی قہقہے لگا لگا کر داد دے رہی ہیں۔

ایسی شرم ناک حالت سے تاریخ میں کبھی ہمیں سابقہ نہ ہوا تھا کہ اسلامی نظریہ و تہذیب کے حق میں اور اس کے خلاف لڑائی لڑنے والے دونوں طرف مسلمان گروہ ہوں۔

پیچھے بیٹھے ہوئے، مگر صاف نظر آنے والے دشمن کے تزویری حربے اور وسائل بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے معاندین کا ایک دائرہ علمی ہے۔ اس دائرہ میں سب سے پہلے اُنھوں نے تجرباتی عقل کو معیارِ فیصلہ قرار دے کر ہمارے علوم کے بنیادی نقطۂ نظر کو مسلسل زد میں رکھا۔ عقل کے نام سے قیاس نے نظریۂ ارتقاء کا محل کھڑا کیا۔ پھر اس کاوش سے کچھ قواعد اخذ کیے گئے۔ نظریہ ارتقاء نے خدا کے تصور کو ختم کر کے مادی تصورِ کائنات کا کھونٹا گاڑ دیا۔ نظریہ ارتقاء میں معنی جبریت پنہاں ہیں۔ لہٰذا اگر زیادہ قوت والا کمزور کو کُچلتا ہے تو وہ عین نظامِ فطرت ہے۔ اس نظریے نے امپریلزم کی پیش قدمی اور اس کے مظالم کے لیے جواز فراہم کیا اور اب بھی سرمایہ و اقتدار کی زیادتیوں کے لیے ارتقاء کا مفتی فتوائے جواز ہی دیتا ہے۔ ایک طرف تاریخ کی جبریت کو طبقاتی تصادم کی صورت میں پیش کیا گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمیشہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کی تباہی کا سامان کرتا رہے اور اس عمل میں کسی قسم کے اخلاق کا دخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تاریخی جبریت ہے۔ مزید برآں انسان کو نفسیاتی جبریت کے شکنجے میں کسا ہوا دکھا کر اس کو خدا پرستی اور اخلاقی شعور سے آزاد کر دیا۔ یعنی قرار دیا گیا کہ وہ بھی حیوانوں میں سے ایک حیوان ہے۔ پھر یورپ میں چونکہ دورِ علوم کا آغاز پادریوں اور دانشوروں کی نامعقول آویزش سے ہوا اس لیے دانشوروں کے ذہنوں میں مذہب و اخلاق کے ہر تصور کے خلاف باغیانہ ردِ عمل پیدا ہو گیا۔ بعد ازاں سیکولر جمہوریت اور نیشنلزم اور پارٹی سسٹم اور لبرل ازم کے تصورات بنتے گئے، حتیٰ کہ فلسفہ، معیشت، سیاست، نفسیات، اخلاق، سوشیالوجی وغیرہ علوم نئی بنیادوں پر مدوّن ہو گئے۔ مرد و زن کے تعلقات کے نئے معیارات نے معاشرت کو بدل دیا۔ وفاداری اور

پردہ داری کی بنیادیں ڈھے گئیں۔ کچھ لوگ ان علوم پر جدید لٹریچر پڑھ کر اور ان کی انسائیکلوپیڈیاؤں کے ترجمے کر کے وہ سارا فکری و نظریاتی زہر اپنی زبانوں میں منتقل کر لیتے ہیں، مگر کہیں تنقید کی جرأت نہیں کرتے۔

اب تازہ علوم کا یہ دریا مغربی امپریلزم کے سامنے ساتھ بہہ نکلا اور ہماری ظاہری غلامی ختم ہونے کے بعد بھی آج تک اس کی لہریں چڑھتی آ رہی ہیں اور ہمارے وہ سر ڈوبتے جا رہے ہیں جن میں ایمان کا سودا تھا۔

انہی علوم پر مبنی نصابی کتب بن کے آتی ہیں۔ اور اگر مقامی طور پر کچھ کتابیں لکھوائی جاتی ہیں تو وہ بھی مغربی نصابی کتب کا عکس ہوتی ہیں۔ نصابی کتابوں کی تصویریں بلحاظ لباس، بلحاظ گھریلو ماحول یا عمومی منظر، بلحاظ عمارات بالکل چربا ہوتی ہیں مغربی تصویروں کا۔ کہیں آپ کو اپنے کلچر کے رنگ میں رنگی تصویر نہ ملے گی۔ کتنی بڑی سازش ہے ایک قوم کو بیرونی فکر اور کلچر کی غلامی میں مبتلا کرنے کی!

ہماری ایک اور مصیبت یہ ہے کہ ایک تو انگریزی تعلیم کی برتری کے تخت کے پایوں کو گویا ہمارے سروں پر ٹکا کر کیلیں ٹھونک دی گئی ہیں۔ تعلیم میں آگے بڑھنا اور عہدے پانا یا ترقی کا کوئی اچھا راستہ اختیار کرنا انگریزی پرستی کے بغیر ممکن نہیں۔ اوپر وہ طبقہ سیاسی اقتدار اور دفتری نظام کی باگ ڈور تھامے بیٹھا ہے جس کی اکثریت چونکہ دورِ غلامی میں اچھی اردو نہیں سیکھ سکی تھی، لہٰذا وہ یہ چاہتا ہے کہ انگریزی ہی کا سکہ چلتا رہے اور اردو سر نہ اٹھا سکے۔ مارکیٹ میں انگریزی کی اس مانگ نے نہ صرف غیر ملکی مشنری اسکولوں کے لیے میدان کھول دیا ہے بلکہ ان کی دیکھا دیکھی ۲، ۲ سو اور ۴، ۴ سو روپے فیس لینے والے بہت شاندار مقامی پرائیویٹ سکول کھل گئے۔ جہاں درجہ اول سے "سی اے ٹی کیٹ" کا درس شروع ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اتنی بڑی فیسیں نہیں دے سکتے ان کے لیے ۵۰، ۶۰ روپے اور کہیں سو روپے ماہانہ فیس والے بے شمار مدارس گلی گلی میں کھل گئے ہیں۔

دوسری طرف عام سرکاری مدارس اور کالج ہیں، جن میں پڑھائی کی حالت یوں بھی قابلِ رحم ہی رہتی ہے۔ اور پھر وہ خصوصی اہمیت انگریزی کو دے نہیں سکتے۔ ان کی طرف صرف مفلس خاندانوں کے بچے جاتے ہیں، جن کے سامنے محنت مزدوری یا ادنیٰ قسم کی نوکریوں کے سوا اور کوئی منتہا نہیں ہوتا۔

اس طرح انگریزی والے اسکول آئندہ کے لیے اربابِ جاہ اور بیوروکریسی کے افراد کو تیار کرتے ہیں اور سرکاری درس گاہیں معمولی ملازم پیشہ اور مزدور پیشہ نوجوانوں کو میدان میں لاتی ہیں۔

اس طرح تعلیم و دانش کی ایسی تقسیم ہوتی ہے کہ کھلے کھلے دو طبقے ہمارے دیکھتے دیکھتے بن جاتے ہیں۔ ایک ایسا ہے جیسے برہمن، دوسرا ایسا ہے جیسے شودر۔ سارا معاشرہ دو ٹکڑوں میں بَٹ جائے گا۔ اور بدحال اکثریت کے اضطراب کبھی نہ کبھی قیامت اٹھا سکتے ہیں۔

یہ صورتِ معاملہ چونکہ ہمیں کمزور کرنے والی ہے اور اس میں سے راستہ نکلتا ہے کہ انگریزی زبان اور انگریزی تہذیب کا ہم پر تسلط ہو، لہٰذا یہ معاندِ اسلام عالمی قوتوں کی پسندیدہ صورت ہے۔

برسبیلِ تذکرہ یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ صرف "زبان" ہی ایک تعلیمی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ تعلیمی نظام کی بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ اس کے مقصد کا کوئی تعین نہیں اور ساری تعلیمی پالیسیوں اور پورے تعلیمی عمل کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ کیسا انسان تیار کرنا مطلوب ہے۔ بلکہ زیادہ تر سانچہ وہی ہے جو لارڈ میکالے نے اختیار کیا تھا۔

ہمارے ہاں کے مرعوب، مغرب طبقہ کی کسی حکومت سے نظامِ تعلیم اور موادِ تعلیم اور نصابِ تعلیم کی اصلاح و تجدید، خصوصاً اسلامی بنیادوں پر اس کی بحالی و استواری کے لیے مساعی کی توقع کرنا عبث ہے۔ کیونکہ دُور دُور تک پھیلے ہوئے بنجر ذہنی صحرا میں نہ کہیں پانی نظر آتا ہے نہ سبزہ۔ فقط سراب ہی سراب ہیں۔ آج تک تعلیمی تبدیلیوں کے جتنے سفینے چلائے گئے ہیں، انہیں سرابوں میں چلا کر غرق کیا گیا۔

یہاں کا ناقص، مقلدانہ اور مرعوبانہ نظامِ تعلیم سے نکل کر جب کوئی نوجوان لادین

غیر ملکی یونیورسٹیوں میں پہنچتا ہے تو وہ ایسے نظامِ تعلیم سے دوچار ہوتا ہے جس کے چلانے والے اور پڑھنے پڑھانے والے سب کے سب اپنے سیکولر ذہن اور مادہ پرستانہ تہذیب پہ پوری طرح مطمئن ہوتے ہیں۔ اس مضبوط قلعۂ الحاد میں باہر سے جب اکا دکا کمزور مذہبیت رکھنے والے نوجوان پہنچتے ہیں تو وہ مقابل کی صفوں کا یقین و اعتماد اس کے رہے سہے دھندلے ایمان کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ ایسی ہلکی سی آمادۂ شکست مذہبیت والے جوان بھی کم ہوتے ہیں، باقی سب کو پہلے ہی مفتوح ہو کر پہنچتے ہیں۔ میدان میں تو بعد میں جاتے ہیں، شکست گھر بیٹھے کھا چکے ہوتے ہیں۔

جس درجہ کا زلزلہ افگن معرکہ ہمیں درپیش ہے اس میں اسلام بطور ایک کمانڈر کے ایسے بے جان اور بھگوڑے سپاہیوں کی بڑی تعداد کو اپنے نام لیواؤں میں دیکھتا ہے جو خود بھی اُس پہ سنگ باری کرتے ہیں اور اب ہم ایٹم بم برسانے کے لیے مزید تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آخر یہ کیسا جھول قسم کا نقشۂ احوال ہے۔ ہم لوگ کیسے تضادوں کی دلدل میں پھنسے پڑے ہیں۔ کسے پکاریں کہ وہ ہماری خبر لے، ہمیں یہاں سے نکالے ___ مگر نکلنے کو جی بھی تو چاہتا ہو۔ جو بلبل پنجرے کے بے محنت راتب کا خوگر ہو گیا ہو، اُسے گل و لالہ کی دنیا کبھی کھینچ نہیں سکتی۔ اُس کا ذوقِ پرواز تو مر چکا، وہ تو محض ایک مشتِ پر ہے۔ نہ سوختنی، نہ فروختنی!

اسی کے ساتھ آپ ان ناولوں اور افسانوں اور شعری نگارشات کے طوفان کو دیکھیے جو مغرب کے سرچشمۂ الحاد سے "برکتیں" لے کر آ رہا ہے اور ہماری فکری اور صحافی اور ادبی کیاریوں کی آبیاری کر رہا ہے۔ بیج بھی وہیں کے، کھادیں بھی وہیں کی، پانی بھی وہیں کا، پھل بھی وہی، جو وہاں ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ "ادبی نظریات" تک بیرونی دنیا ہی کے، ہمارے مفکرین اور ناقدین اور جریدہ نگاروں کا سرمایۂ تخلیق ہیں۔ آج تک کوئی اپنا "ادبی نظریہ" یا مروج تصورات کے خلاف کوئی جزوی باغیانہ بحث بھی ہمارے ہاں زور نہیں پکڑ سکی۔ بلکہ دوسروں کی اضافات اور اسالیب سے ہٹ کر جو چیزیں کبھی پہلے یہاں ایجاد بھی ہوئی تھیں، وہ بھی اب خانۂ ملت کے کباڑ خانے میں بند پڑی سڑ رہی ہیں۔ پھر اس کے پیچھے مستشرقین کا لٹریچر خدا

اور قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائد اور معجزات اور قرآن کے بیان کردہ تاریخی واقعات اور سیرتِ پاک کے احوال، نیز مسلمانوں کی تاریخ کے مختلف ابواب اور ان کی درخشاں شخصیتوں کے خلاف تشکک پرور بحثیں بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں سامنے لاتا ہے، جو سرے سے مذہب ہی سے دور بھگا لے جانے والا ہوتا ہے۔ ورنہ کم از کم مذہب و سیاست کی تفریق کے غیر فطری تصور کو راسخ کر دینے والا۔ مستشرقین کا لٹریچر ہمارے نوجوانوں اور بزرگ اکابر میں بھی احساسِ کمتری پیدا کر کے ان کو ناکارہ بنانے کا موثر ذریعہ ہے۔

یوں دورِ جدید کی صلیبی جنگ جو بے جان مذہبیت اور علمی الحاد اور تہذیبی بدراہی کی متحدہ قوت سے لڑی جا رہی ہے۔ ہمارے ایوانِ حکومت کے بعد سب سے بڑی اور کھلی ذلت آمیز شکست ہمیں میدانِ تعلیم میں دے رہی ہے۔

پھر صلیبی جنگ کی اِن چند صفوں کے ساتھ ایک صف پادریوں کی بھی شامل ہے جن کا ایک کام تو یہ ہے کہ بغیر اسلام کو صحیح طور پر جانے اپنے مستشرقین کی رہنمائی میں عوام کو مغالطہ دینے والے وعظ سناتے رہے اور ایسے پمفلٹ شائع کرتے رہیں جن سے تعصب کی دیوار موٹی ہوتی رہے۔ اِن پادریوں کا دوسرا حصہ مسلمان معاشروں میں مشنری اداروں کے تحت عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ جدید مغربی تمدن کی برتری اور بڑی قوتوں کی برتری کا سکہ بھی ہمارے دماغوں پر چلاتا ہے۔ پھر ان میں سے ایک شاخ مناظرے اور مباحثے چھیڑتی رہتی ہے اور بسا اوقات اسلام اور نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز باتیں لکھتی ہے۔ مگر ہم لوگ ان کے سامنے اس لیے دَبو بن کے رہتے ہیں کہ ان کے پیچھے جو قومیں اور حکومتیں ہیں انھی سے تو قرض اور اسلحہ لینا ہوتا ہے۔ اپنے دینی علماء کا تو بچہ بچہ ملّا ملّا کہہ کر مذاق اُڑاتا رہتا ہے۔ مگر کسی بہت ہی پھٹیچر پادری (جو ہمارے ہاں کے خاکروبوں میں سے اُٹھا ہوا ہو) کو ادب کے ساتھ ہولی فادر کہا جائے گا ___ عام جگہوں پر ہی نہیں، تھانوں میں، دفتروں میں، عدالتوں میں۔ اور اس دو رنگے طرزِ عمل پر کسی دانشور کو شرم نہ آئے گی۔ ایک اور ٹولی درس گاہیں کھول کر خدمت میں لگ جاتی ہے اور انگریزی زبان اور انگریزی ذہنیت سے ہمارے معصوم لالوں کو آراستہ کر کے، انھیں اپنے لباس پہنا کر، اپنے مذہبی گیت یاد کرا کے اپنی روایات

کی ترغیب دے کر انہیں سیاسی آزادی کے پردے میں تہذیبی غلامی کرنے کا سلیقہ سکھا کر، اسلام کی ہر پرچھائیں سے دور رکھ کر اور اس سے بہ صد حکمت نفرت دلا کر اور بھاری فیسیں ہماری قومی دولت سے نچوڑ کر ہماری تباہی کا سامان کر رہی ہے۔ اُدھر بچے کو عیسائیت کے ساتھ دینِ الحاد اور تہذیبی مادہ پرستی کی تعلیم ملتی ہے اور اس کی ترقی و کامیابی پر ماں باپ اور افرادِ خاندان پھولے نہیں سماتے، اور اُدھر گھر میں وہ کبھی کبھار خدا کا، محمد رسول اللہ کا، قرآن کا ذکر سنتا ہے ـــــ اور دونوں طرف کی معلومات اس کے ذہن میں ہر آن ٹکراتی رہتی ہیں، حتیٰ کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر والوں کے کمزور سے مذہبی تصورز کو عیسائی درس گاہ کی تعلیم نے پوری طرح پچھاڑ دیا ہے۔

انہیں پادریوں میں سے وہ بھی ہیں جو خدمتِ انسانیت کے لیے شفاخانے چلاتے ہیں۔ مریضوں کو اور تیمارداروں کو انجیل پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ کا نام لے کر دوائی لینے کی تلقین کرتے ہیں۔ مریض (یا درس گاہوں کا کوئی طالب علم) غریب ہو تو اس کے بھاری مصارف اس شرط پر اُٹھاتے ہیں کہ وہ عیسائیت قبول کرلے۔ صرف مصارف ہی نہیں اُٹھاتے، بلکہ "موجاں" بھی کراتے ہیں؛ اور مجموعی طور پر اس مسمریزم کا معمول محسوس کرتا ہے کہ اس کا اسٹیٹس بلند ہوگیا ہے۔ اِس احساس کی وجہ سے وہ مقام کبر و تعلی سے اپنے معاشرے کے مذہبی و اخلاقی رنگ میں رنگے انسانوں کو حقیر اور محرومِ ترقی گردانتا ہے۔

پھر یہ لوگ کئی ملکوں میں ایسی کوشش میں پالے گئے کہ اپنی حکومتوں کو معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔ خود ہمارے ملک راولپنڈی کے گارڈن کالج کے ایک سابق پرنسپل کے بارے میں ایسے انکشافات کی گونج پھیلی تھی۔

اِس تذکرے کے ساتھ عالمی پیمانے پر صلیبی جنگ کے بعض تجربات کی طرف اجمالاً اشارہ کرنا مطلوب ہے۔

۱ـــ لبنان (موجودہ بربادی سے پہلے) ایک ایسا ملک تھا جس میں مسلمان اکثریت تھی، مگر مردم شماری کو رد کر کے رکھا گیا اور پروپیگنڈے کے زور سے عیسائی اکثریت ثابت

کی جاتی رہی۔ پھر اسرائیلی اور شامی چپقلشوں کے درمیان ایک ایسا موقع پیدا ہوا کہ عیسائی آبادی نے مسلمانوں کی تباہی کی مہم شروع کردی۔ یعنی ایک طرف سے اسرائیل کا حملہ تھا اور دوسری طرف سے عیسائیوں کا۔ حتیٰ کہ اب لبنان کا حصہ باقی اپنے اصل مقصد کے لحاظ سے ایک دشتِ یاس ہے۔

۲ — نائیجیریا ایک ایسا ملک ہے جہاں عیسائی اقلیت نے تعلیم، دولت اور عہدوں اور تعلیمی اور سوشل اداروں کے لحاظ سے اتنا زور پکڑ لیا ہے کہ مسلم اکثریت بے بس ہے۔ عدلیہ اور فوج سب پر عیسائی تسلط ہے۔ پچھلے دنوں مسلم اکثریت پر حملے ہوئے اور مسجدیں جلائی گئیں تو مسلمان بے بس ثابت ہوئے۔ اگر مسلمان اکثریت کبھی بھی کوئی اقدام عیسائیت کے خلاف کرنا چاہے تو نائیجیریا کے نصرانی دولت، اقتدار اور اسلحہ کی قوتوں کے لحاظ سے تیار برتیار ہیں اور باہر کی عیسائی اقوام سے مدد حاصل کرنے کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ عالمی پروپیگنڈا مشین پہلے ہی ان کے ساتھ ہے، لہٰذا عیسائی ایک ہی ہلّے میں پورا نائیجیریا ہڑپ کرسکتے ہیں۔

۳ — انڈونیشیا میں بھی اس وقت امریکی سپر پاور کی چھتری تلے عیسائی اقلیت خوب پھل پھول رہی ہے۔ وہاں کی حکومت سے سیکولرسٹ اور کمیونسٹ مسلمانوں کی مدد سے عیسائیوں نے "پنچ شیلا" پر مبنی ایک الٰہی مذہب ایسا نافذ کرا دیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے اسلام اور خاص طور پر نظامِ اسلامی یا دستورِ اسلامی یا قانونِ اسلامی کا نام لینا یا اس سلسلے میں کوئی کام کرنا سنگین جرم ہے۔ اس جرم کی بنیاد پر بہت سے لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور بہت سے زندہ لوگوں کو لاشوں میں بدل دیا گیا۔ اس فضا میں بہت بڑی صلیب نصب ہے اور صلیبی جنگ کے فاتحین مفتوحین میں عیسائیت پھیلا رہے ہیں۔ اسلحہ اور پیسوں اور صحت و تعلیم کی خدمات کے ذریعہ اور انڈونیشیا کی فوج اور بیوروکریسی کے سہارے ڈبل مارچ جاری ہے۔

۴ — مصر اور سوڈان دو ملک ایسے ہیں کہ جہاں جنوبی علاقوں کی مضبوط عیسائی اقلیتیں ایک تو مسلسل مسلمانوں سے برسرِ کشمکش رہتی ہیں۔ اور اہم مواقع پہ قرآن اور مساجد کی بے حرمتی اور مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچانے سے بھی باز نہیں رہتی ہیں۔

دوسرے سامراجی اور تہذیبی اور مذہبی اثرات کو پھیلانے کا کام زور شور سے کرتی ہیں۔ تیسرے وہ ہر ایسی کوشش میں زبردست اڑنگا لگاتی ہیں کہ حکومتیں اسلام کی راہ پر ایک قدم بھی نہ بڑھا سکیں۔ نتیجہ یہ کہ احیائے اسلام اور نفاذِ شریعت کی عوامی تحریکوں اور مہمات کو حکومتیں کچلتی ہیں اور اس ٹکراؤ میں ایک طرف اقتدار بے فیض ہوتا ہے اور دوسری طرف اسلامی فورسز کے تموّج میں کمی آتی ہے، نتیجہ یہ کہ عیسائیوں کو کام کرنے کا اور زیادہ کھلا موقع ملتا ہے۔ اُوپر سے سپر پاور حکومت کو قرضے اور اسلحہ کی دادودہش سے متاثر کر کے اُن پر دباؤ ڈالتی ہے کہ وہ مسلمان بنیاد پرستوں کا قلع قمع کریں اور ہماری عیسائی اقلیت کو اندیشوں سے نجات دلائیں۔

۵ ـــ ہمارا ایک بڑا اور اہم برادر مُلک ترکی ہے۔ جہاں کے عوام بہت مخلص اور اسلام اور پاکستان سے محبت رکھتے ہیں۔ ترکیہ کو شریعت سے انحراف کرانے اور سیکولرازم کی راہ پر ڈلوانے میں نہایت غیر معمولی پارٹ یہودیوں کا ہے۔ تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید کو معزولی کی سزا یہودی سازش کاروں نے اس جُرم پر دلوائی کہ قومِ یہود وطن بنانے کے لیے فلسطین کی سرزمین کے مطالبے پر جس کے سامنے دولت کی بہت بڑی پیش کش موجود تھی، سلطان نے یوں انکار کیا کہ میں مسلم اُمّہ کی امانتی سلطنت میں سے ایک مٹھی بھر مٹی بھی بڑی سے بڑی قیمت پر نہیں دے سکتا۔ پھر یہودیوں نے خفیہ دونمہ تحریک کے پردے میں اپنی یہودیت کو چھپا لیا۔ بہت سے لوگ منافقانہ طور پر مسلمان بھی ہو گئے۔ اور مجلسِ اتحاد و ترقی کے علاوہ اُونچے درجے کی سفارتی سرگرمیوں میں دخیل ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے نظامِ شریعت کے خلاف اور سیکولرازم کی علمبرداری کے لیے نوجوان ذہنوں کو تیار کر لیا وہ دن اور آج کا دن، فوج سیکولرازم کی محافظ ہے۔ جو نہی اسلام کی کوئی کرن عوام میں جھلملاتی ہے، پہلے ہی حکومت اُسے تباہ کر دیتی ہے۔ شہادت کے گھاٹ اُترنے والے اہل علم و تقویٰ اور شاہین مزاج نوجوانوں کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ آج وہ ترکی کے لیے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوتے۔ طوفان اگر بڑھ جائے تو وہ فوراً حکومت کو فوجی قبضے میں لے لیتی ہے وہاں مارشل لا بھی آئین کا ایک حصّہ ہے۔ حالانکہ یہ فوجی قوت کا بار بار جمہوریت کے خلاف

استعمال یہ بتاتا ہے کہ رائے عام کے سوچنے کا راستہ دوسرا ہے۔

کتنی بڑی ٹریجڈی ہے کہ وہ ملک جو خلافتِ عثمانیہ کی آخری نشانی تھا، بجائے اس کے کہ زورِ انقلاب سے پچھلے نظام میں پیدا شدہ کمزوریوں اور خرابیوں کا ازالہ کرکے اور جہاں ضرورت ہوتی، افرادِ کار کو بدل کر نئی آن بان سے یورپ کے دروازے کے عین سامنے اسلام کو جلوہ گر کرتا، وہ بھی یورپ کے لادینی تصورِ ترقی کی رو میں بہہ گیا اور اقبال نے اس منظر پر یہ آہ سرد کی کہ:

لادینی و لاطینی کس پیچ میں اُلجھا تو
دارو ہے ضعیفی کا، لاغالب الّا ھُو

مشہور وزیراعظم سراج اوغلو نے کہا تھا کہ آپ ۲۰ سال کی مہلت مجھے دیجیے، اس ملک سے مذہب کا نام و نشان مٹا دوں گا۔ ایک اور وزیراعظم رجب پیکر نے اسمبلی میں کمیونزم کو روکنے کے لیے اسلام سے کام لینے کی آواز اٹھائی تو جواب ملا کہ "نہیں، میں سرخ زہر کو دور کرنے کے لیے سبز زہر کو استعمال نہیں کر سکتا۔"

باڑ کے بغیر ایسے ہرے بھرے کھیت کو دیکھ کر عیسائی مشن ترکوں پر ٹوٹ پڑے۔ سب سے زیادہ سرگرم "گواہانِ یہوا" ہیں۔ انھوں نے ترکی میں کام کا آغاز ۱۹۳۱ء میں کیا۔ اندازے کے مطابق اس وقت ترکی میں ۸۰۰ یہوا مبلغین کام کر رہے ہیں اور ۳۷۵۰ "گواہ" (نچیرانِ صلیب) موجود ہیں۔ کلاگس جو جرمنی کے شہر HESSEN میں سرگرمِ عمل ہے۔ ایک ہزار ترکوں کو صلیب زدہ کر چکا ہے۔ یہ لوگ مادی، مالی، نسلی اور سماجی مسائل کی آڑ میں ۱۵ لاکھ ترکوں پر کام کر رہے ہیں۔

دوسری طرف ترکی میں اسلام کے فروغ کا کام کرنے کا راستہ بند ہے۔

۶۔ ملائیشیا میں آبادی کے تین متجانس حصے جمع ہیں۔ اور ان سب میں تحریک اسلامی کا کام پھیلانے کے لیے مسلمان اقلیت کوئی جدید اعلیٰ تکنیک اختیار نہیں کر سکی۔ بس اتنا ہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر کام ہو رہا ہے۔ اور ان کی بڑی تعداد بہت حد تک اسلامی احکام و حدود کا احترام کرتی ہے، بس ایک قلیل عنصر میں بگاڑ پھیلا ہے، رہا بقیہ سامنے حالات جتنی گنجائش

دیتے ہیں، مسلمان اسلام کی تنظیمی اور سیاسی دعوت کی صدا بھی بلند کرتے ہیں اور حکومت سے بھی مطالبے کرتے رہتے ہیں، مگر یہ کام اتنا زوردار نہیں کہ آبادی کی الگ الگ قسموں اور کئی علاقائی بادشاہتوں کو صحیح نصب العین کے گرد جمع کر دے۔ قابلِ مسرت بات یہ ہے کہ نوجوان طبقہ جو اعلیٰ تعلیم کے لیے مغربی ممالک میں پہنچتا ہے، اسلام کے روحانی و انقلابی جذبوں سے آراستہ ہے اور اُسے دُنیا کی اسلامی تحریکوں سے محبّت ہے۔

۷ — ایران انقلاب در انقلاب کے عمل سے گزر رہا ہے۔ بڑے انقلاب کے اندر خاصی اہم تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔ اُدھر ایرانی لیڈر غیر شیعہ مُسلم اقوام کو محبت آمیز طریقوں سے قریب کرنے اور دعوت دینے کے بجائے ان کو خمینی کی لیڈری قبول کرنے کے لیے ڈرا اور دھمکا رہے ہیں۔ ایرانیوں کے تند و تیز پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ شو آف فورس کا جارحانہ انداز ایک طرف شیعہ اُمَل ملیشیا کے ہاتھوں فلسطینیوں کی تباہی کا باعث بنا۔ دوسری طرف شام کی "اخوان" دشمن اور اہلِ سنّت دشمن حکومت جو نہایت درجہ فاسد عقائد رکھنے والی جبر کیش حکومت ہے، اس سے ایرانِ جدید کی دوستی اتنی ہی حیران کُن ہے جتنی شیعہ آبادی اور مقدس زیارات رکھنے والے عراق سے غیر مختتم جنگ حیران کُن ہے۔ ایران نے اچھی بھلی اُبھرتی ہوئی اسلامی تحریکات کے نوجوانوں میں اوّل اوّل خلفشار پیدا کر دیا۔ بلکہ بعد میں مسلمانانِ عالم اصل بات پا گئے۔ ایسی پالیسی کی وجہ سے ایران کے تعلقات اسلامی دُنیا سے کمزور ہو گئے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی سپر پاور اس کو نقصان پہنچانا چاہے تو ایران نے بچاؤ کا سامان عالمی اور بین الاسلامی رائے عامہ کے ذریعے نہیں کیا۔

۸ — افغانستان میں روسی جارحیت بظاہر آخری دموں پر ہے اور افغانیوں کا نجات پانا صرف پلکوں کی شوئیوں کے نکلنے پر منحصر رہ گیا ہے، مگر THERE IS MANY A SLIP BETWEEN THE CUP AND THE LIP۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اپنا کرمِ خاص فرمائے۔ امریکہ اور رُوس میں "یالٹا کانفرنس" کی طرح کی سانٹھ گانٹھ ہو گئی ہے۔ مگر مجاہدین بصیرت سے بھی کام لے رہے ہیں اور غیرت سے بھی! افغانستان میں اگر مجاہدین کامیاب ہو کر اسلام کا پرچم لہرا دیتے ہیں تو پھر اس کا مفید اثر پاکستان پر بھی پڑے گا۔

اور سپر پاورز کی نگاہوں میں آبادی کی یہ "خطرناک پٹی" کل خدائی نظامِ عدل و امن و اخوت کا سرچشمہ بھی بن سکتی ہے۔

۹ — ہمارے پاکستان میں اگرچہ حالات قدرے بہتر ہیں، لیکن حکومت اور بیوروکریسی پر سپر پاورز کے ذریعے عیسائیت کا دباؤ رہتا ہے۔ یہاں بھی شفاخانوں کے علاوہ کثیر تعداد میں مشنری اسکول عیسائیت کی شفاف سی جھلّی میں لپٹی ہوئی مغربی فکر اور مغربی تہذیب اور مغربی برتری کی تعلیم مسلمان شاہین زادوں کو دے کر انہیں خاکبازی سکھانے میں محو ہیں۔ آئندہ نسلوں کے پاس نہ اپنا مذہب رہے گا، نہ اپنی تہذیب، نہ اپنی زبان، اور یہی نسل سپر پاورز کی اشیرباد کے ساتھ حکمران اور کارپرداز ہوگی۔ بچارے اسلام کو ان سے کس خیر کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ ہمارے ملک (اور جس بھی ملک میں شراب ممنوع ہو) اقلیتی مذہبی آزادی کے نام پر شراب کے پرمٹ حاصل کرتے ہیں اور پھر اس شراب کو مسلمانوں میں پھیلا کر ان میں بداخلاقی کو بھی عام کرتے ہیں اور احکامِ مذہب کے احترام کا خاتمہ بھی۔

ہمارے یہ پیارے بھائی وقتاً فوقتاً اپنی تعداد بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ تاہم تبلیغی مساعی سے زیادہ تولیدی مساعی کام کرتی ہیں اور باہر سے درآمد بھی ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح چند دوسری اقلیتیں بھی ہمارے اندر ایسی ہیں جن کی خاندانی منصوبہ بندی ایسی ہے کہ تعداد کو زیادہ سے زیادہ بڑھاؤ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ایک سیاسی ہتھیار بھی ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف اور مسلمانوں کے معاندین کی تقویت کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ یہاں کی چند محدود اقلیتیں جب اسی نہج پہ کام کریں گی۔ اور مسلمانوں کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کو اسلام کا چھٹا رکن بنا دیا جائے گا تو چند برس بعد یہاں کا تناسبِ آبادی خوفناک حد تک بدل جائے گا۔ خدانخواستہ ممکن یہ بھی ہے کہ پاکستان کے اندر سے ایک مخالف پاکستان قوت ابھر کر بالادست بن جائے۔ ادھر ہمارے دانشورانِ معیشت آبادی کو صرف خوراک کے مسئلے کے تعلق سے سوچتے ہیں، بلکہ سوچتا بھی کون ہے ع

چشمِ نرگس مست و ساقی مست و ہم پیمانہ مست

کیا آپ اس صلیبی جنگ کی وسعتوں اور اس کے نتائج و اثرات کو سمجھ کر کوئی راہ نکال

سکتے ہیں ۔ افسوس کہ غالب قوتوں کے جادو نے آپ کے سوچنے کے قویٰ کو اس طرح معطل کر دیا ہے کہ جیسے ہیروئن کے نشے سے ہوتا ہے ۔ آپ سوچیں گے بھی تو وہی کچھ جو اصل سوچنے والے سوچتے ہیں ۔ ہمارے دردمند شاعر نے کیا خوب کہا :

؎ انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی
انہی کی محفل سنوار رہا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

(باقی آئندہ)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں ۔

(ادارہ)